OPEN ACCESS

AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 41-50

مشائخ چشت کے ہندوؤں کے ساتھ تعلقات کا تحقیقی جائزہ:

عصر حاضر میں استفادہ کی صورتیں

The Relations of Chishti Sufis with Hindus:

The Forms to apply these in current Period

Hafiz Saddam Hussain

Lecturer University College of Dera Murad Jamali Naseerabad, Balochistan

Dr. Mazhar Hussain

Assistant Professor of History, The Islamia University, Bahawalpur

Abstract

Chishtia Sufi Order is one of the oldest Sufi Orders in Islamic mystic tradition, originating primarily from Chisht (Herat, Afghanistan), and gained popularity in both Afghanistan and the Indian Subcontinent due to its cosmopolitan message of love, tolerance, and openness. Especially in Indian region it attracted the Hindu masses overwhelmingly and resultantly a large segment of lower caste Hindus embraced Islam. This phenomenon was further consolidated with the untiring efforts of Chishti Mashaikh who established a well-organized and systematic Khanqahi System (earliest forms of world's spiritual universities), which in turn gave way to a new genre of Hindu-Muslim relations, which are required to be re-enlivened in order to establish peace in the South Asian Region. The study in hand revolves around the hypothesis that "if Chishti experience of the past is made relevant to the modern day socio-political and cultural fabric of the region, the peace will be the only outcome of the situation". Findings of the study suggest that Chishtia Sufi tradition is equivocally relevant even today in order to create good relations with the Hindus of the region.

Keywords: Chishtia Sufi Order, Relation, Cosmopolitan Message, Systematic, Socio-Political, Equivocally, Hindus.

ابتدائیہ

عصر حاضر میں ہماری خانقاہیں جمود کا شکار ہیں۔ تصوف کی روح مسلم معاشرے میں ناپید ہوتی جارہی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ خانقاہوں کے جمود کے خاتمے اور عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے تصوف کی حقیقی تعلیمات کو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے اور اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں تعلیماتِ تصوف کی معنویت سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

صوفیاء کرام نے ہر قسم کے مسائل چاہے وہ سیاسی ہوں یا سماجی، معاشی ہوں یا معاشرتی ان کا نہ صرف حل پیش کیا بلکہ عملی جدوجہد کی اور ہر قسم کے ظلم و جبر، تشدد و بربریت کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کیے۔ ہر دور میں یہ باور کروایا کہ تعلیمات تصوف میں ہر دور کے اخلاقی و روحانی، بے چینی و بے یقینی، دہشتگردی و انتہاپسندی اور مادیت پرستی و مفاد پسندی جیسے مسائل کا حل موجود ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے آباد ہونے کے بعد مختلف ثقافتی اور تمدنی گرہوں کے مابین صلح جوئی اور آتشی نہ صرف اخلاقی و عقلی تقاضا تھا بلکہ ایک فوری سماجی ضرورت تھی۔

عصر حاضر میں اسلامی تعلیمات کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔ دین اسلام پر یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ انتہاپسند، دہشتگرد، غیر معتدل اور علیحدگی پسند دین ہے اپنے ماننے والوں کو انفرادیت اور دوسرے مذاہب سے الگ تھلگ رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ان تمام الزامات و تصورات کے ہزاروں جوابات و دلائل قرآن مجید، نبی اکرم ﷺ کی عملی زندگی اور صوفیائے کرام کی زندگیوں میں عملی طور پر موجود ہیں۔

اسلام معتدل دین ہے اپنے ماننے والوں کو افراط و تفریط سے بچنے کا درس دیتا ہے اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، امن و سلامتی شفقت و محبت، ہمدردی و خیر خواہی، انسان دوستی و خیر سگالی اور رواداری کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ان تمام تعلیمات کا عملی مظاہرہ ہمیں صوفیائے کرام کی زندگی میں ملتا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اس موضوع کی وضاحت کی جائے گی کہ بر صغیر پاک و ہند میں مشائخ چشت کے ہندوؤں کے ساتھ کس طرح کے تعلقات تھے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ برطانوی قبضہ سے پہلے مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات مضبوط تھے، زندگی کے ہر شعبے میں خلوص و محبت، اتحاد و یگانگی کے اثرات کار فرما نظر

آتے تھے۔ پھر سامراجی قوتوں نے ان دونوں مذاہب کے ماننے والوں کے دلوں میں نفرتیں ڈال کر لڑایا اور کمزور کر کے ان پر قبضہ کر لیا۔

خلیق احمد نظامی صاحب مسلم صوفیاء کے کردار کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"مسلم صوفیاء کرام نے ایسی اتحاد آفرین کوششیں کیں جن سے برصغیر پاک و ہند میں مختلف تمدنی گروہوں کے درمیان، اعتقادی اور لسانی اختلافات تحلیل ہو کر رہ گئے اور ایک مشترکہ تمدنی زاویہ نگاہ پیدا ہو گیا، یہ تمدنی اتحاد کا مرکز بن گئے جہاں خیالات کا تبادلہ آزادانہ طور پر ہوتا تھا۔"(1)

مشائخ چشت اور عام مسلمانوں نے ہمیشہ بر صغیر پاک و ہند میں محبت واتحاد، حسن معاشرت، فرقہ وارانہ یگانگت اور قومی یک جہتی ورواداری کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ موجودہ دور میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں تعلقات و روابط کا فقدان اور ان کے مابین رواداری کی خلیج ایک طویل عرصے سے قائم ہے، اس خلیج کے خاتمے کے لیے ہمیں مشائخ چشت کی تعلیمات سے سبق سیکھنا ہو گا۔

قرآن مجید کی روشنی میں غیر مسلموں سے تعلقات

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے اور ان کے ساتھ صبر و تحمل، برداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی معاشرہ فراہم نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اﷲ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ(2)

”اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔“

اس آیت کریمہ میں بین المذاہب رواداری کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔

دین اسلام میں کسی کو مسلمان کرنے کے لیے جبر کی اجازت نہیں ہے۔ اسلامی ریاست میں کسی بھی شہری کو جبراً مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قف قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ(3)

"دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔"

نبی اکرم ﷺ کا غیر مسلموں سے رویہ

حضور نبی اکرم ﷺ جس معاشرے میں تشریف لائے وہ کفر وظلمت کے اندھیروں میں گھرا ہوا تھا۔ حضور ﷺ ہمیشہ کفار و مشرکین کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری سے پیش آئے۔ ہجرت مدینہ کے بعد یہودیوں سے واسطہ پڑا تو اس کے ساتھ بھی امن و آشتی کے ساتھ رہنے کے لیے میثاق مدینہ جیسا عالمی معاہدہ کیا گیا اور عیسائیوں کے ساتھ بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثالی رواداری برتی۔ مکہ مکرمہ اور یمن کے درمیان واقع "نجران" کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا۔ یہ سب حضور ﷺ کی سیرت میں رواداری کی مثالیں ہیں، مشائخ چشت نے حضور ﷺ کی انہی نمونوں پر عمل کرتے ہوئے غیر مسلموں (ہندوؤں) کے ساتھ پیار محبت، صبر وبرداشت اور رواداری والا رویہ رکھا۔

مشائخ چشت کے ہندوؤں سے تعلقات

سلسلہ چشتیہ کی ابتداء برصغیر سے ہوئی اس وقت برصغیر میں دو مذاہب کے ماننے والے کثرت سے پائے جاتے تھے ایک مسلمان اور دوسرے ہندو۔ مشائخ چشتیہ کا دوسرے مذاہب کی نسبت زیادہ واسطہ ہندوؤں سے پڑتا تھا، ان کی دعوت و تبلیغ کا مرکز بھی وہی تھے اس لیے صوفیاء کرام نے قرآن مجید کے اصولِ دعوت، حکمت و موعظت کو مد نظر رکھتے ہوئے دعوت دی۔ یقینی طور پر وہاں ان کو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن انہوں نے ان مشکلات و مصائب کی وجہ سے دنیا سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی بلکہ اسی ماحول میں رہتے ہوئے ان کے ساتھ تعلقات بھی قائم کیے اور ان کے ساتھ ملنا جلنا بھی رکھا۔ اپنے اس کردار کی وجہ سے اشاعت اسلام کے لیے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ نہایت وسیع المشرب وسیع الخیال اور وسیع النظر بزرگ تھے۔ چشتیہ سلسلہ کے دیگر اکابر کی طرح ان کا عقیدہ بھی یہ تھا کہ ہندوؤں کے ساتھ اچھے

تعلقات رکھے جائیں۔ وہ اپنے مریدوں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ اپنے مذہب اپنے تمدن اپنی شریعت پر قائم رہو، لیکن ساتھ ہی ساتھ دوسرے مذاہب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اپنے تعلقات میں کبھی بدمزگی پیدا نہ ہونے دو۔ ایک جگہ فرمایا:

"سالک کو چاہیے کہ کسی کو رنج نہ پہنچائے بلکہ ساری مخلوق سے صلح رکھے۔"[4]

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہمیشہ محبت امن اور صلح کا درس دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سلسلہ کے بزرگوں کی ہدایت ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح رکھی جائے، جامع ملفوظات میں لکھا ہے:

> "حضرت قبلہ من قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح رکھی جائے۔ اور اس بیت کو شہادت کے طور پر پیش کرتے تھے:

حافظ گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام[5]

سلسلہ چشتیہ کے بزرگان کا ایک اہم اصول تھا انہوں نے اپنے مریدین کو اور اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ اعتدال و رواداری کا درس دیا ہے بالعموم تمام مذاہب والوں کے ساتھ اور خاص طور پر ہندوؤں کے ساتھ کیونکہ اس وقت برصغیر کے مسلمانوں کا زیادہ تر واسطہ ہندوؤں کے ساتھ تھا۔ مشائخ چشت عملاً الخلق عیال اللہ کے قائل تھے اور چاہتے تھے کہ عقائد و نظریات کے اختلافات انسانی برادری کے رشتہ پر نظر انداز نہ ہوں۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان:

"کونوا عباداللہ اخوانا"[6]

(اے خدا کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔)

مشائخ چشت مہر و محبت، خلوص و مروت، ہمدردی و رواداری سے انسانی قلوب کو ایک رشتہ الفت میں پرونے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کا رواداری کے بارے میں مشہور قول ہے کہ

> "ایک شخص نے بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں قینچی پیش کی، تو فرمایا: مجھے تو سوئی دو۔ میں کاٹتا نہیں، جوڑتا ہوں۔"[7]

ہندو مذہب کے ساتھ مشائخ چشت کا جو رویہ تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دن صبح کے وقت شیخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ، امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے ساتھ اپنے جماعت خانہ کی چھت پر چہل قدمی فرما رہے تھے، دیکھا کہ پڑوس میں کچھ ہندو بتوں کی پوجا کر رہے ہیں، فرمایا:

"ہر قوم قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے۔"

یعنی ہر قوم سیدھے راستے پر ہے جو اپنا دین اور قبلہ بھی رکھتی ہے۔

اس وقت نظام الدین اولیاء کی ٹوپی اتفاق سے ٹیڑھی تھی۔ امیر خسرو نے اسی طرف اشارہ کر کے کہا

'من قبلہ راست کردم بر طرف کج کلاہے۔'

یعنی میں نے ٹیڑھی ٹوپی والے کی طرف رخ کر کے اپنا قبلہ سیدھا کر دیا ہے۔

یہ جملہ مشائخ چشت کے اصولوں کا ترجمان اور بہترین آئینہ دار ہے۔

مشائخ چشت کی وسعتِ نظر اور رواداری کا یہ حال تھا کہ ہندوؤں کی کوئی بات پسند آتی تو اس کی بے تکلف تعریف کرتے۔ بابا گنج شکر علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں جوگی اکثر حاضر ہوتے تھے۔ دو مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی ان سے وہاں گفتگو ہوئی ایک بار عالم علوی اور سفلی پر بات چیت چھڑ گئی۔ جوگی نے اپنے خیالات کی جو وضاحت کی تو شیخ نظام الدین علیہ الرحمۃ پر بڑا اثر ہوا اور فرمایا: "مرا سخن او خوش آمد"(8)

علامہ اقبال امیر خسرو کے اس شعر کو بہت پسند کرتے تھے کہ مذہبی رواداری اور بے تعصبی نے جذبات کا بہترین آئینہ دار ہے۔

اے کہ زبت طعنہ بہ ہندو برہ
ہم زوے آموز پرستش گری

مختلف الخیال لوگوں اور تمدنی گرہوں کو اپنی خانقاہوں میں مل بیٹھنے کے مواقع فراہم کرنے اور انہیں آزادانہ تبادلہ خیال کے مواقع فراہم کرنے سے صوفیائے کرام کا مطمع نظر یہی تھا کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قریب کرنے اور آزادانہ تبادلہ خیال کے مواقع فراہم کرنے سے ان لوگوں کو مسلمانوں کے قریب آنے کا موقع ملے تاکہ وہ قریب سے اسلام کا عملی مشاہدہ کر سکیں اور اس کے محاسن سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کریں برصغیر میں

صوفیہ کرام نے غیر مسلموں سے خوشگوار تعلقات قائم کیے اور ان تعلقات کے قائم کرنے کا مقصد اشاعت دین اور تبلیغ دین اسلام تھا غیر مسلموں کو اس بات کا احساس دلایا کہ دین اسلام ہی وہ دین ہے جو احترام آدمیت اور انسانی عظمت و مساوات کی تعلیم دیتا ہے، انہوں نے نہ صرف اس بات کا درس دیا بلکہ اس کا عملی نمونہ بن کر دکھایا۔ اس واقعہ میں جہاں عام انسانوں کے لیے سبق ہے وہاں مبلغین واعظین کے لیے بھی اس میں بہترین سبق موجود ہے۔

ہندوؤں کی عقیدت

مشائخ چشت کے خلوص محبت اور رواداری کی وجہ سے ہندوؤں بھی صوفیاء کرام سے والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ ایک دوسرے سے ملنا جلنا اور ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے تھے۔ سفینۃ الاولیاء کے مصنف لکھتے ہیں:

> "یعنی آپ (معین الدین اجمیری) کے قدموں کی برکت سے بہت سے کافروں نے اسلام قبول کیا اور جس گروہ نے اسلام قبول نہیں کیا وہ بھی آپ سے بہت عقیدت سے پیش آتے تھے، آپ کی خدمت میں نذرانے پیش کرتے تھے۔ (9)

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

> " ہندو مسلمانوں کی زیارت گاہوں پر شیرینی چڑھاتے، قرآن پاک سے فال نکالتے بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیے اس کے نسخے رکھا کرتے تھے اور مسلمانوں کی دعوتیں کرتے تھے اور ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کا طرز عمل بھی ایسا ہی تھا۔ "(10)

مسلمانوں سے پیار محبت کی وجہ یقیناً صوفیائے کرام کا اخلاق و کردار اور ان کی دعوت و تبلیغ تھا جسکی وجہ سے ان دونوں اقوام کے درمیان بہت کشش پیدا ہو گئی، جس بستی اور گاؤں سے ان کا گزر ہوتا لوگ ان پر والہانہ طور پر ٹوٹ پڑتے۔ صوفیائے کرام کے اخلاق و کردار، خدا ترسی، خلوص و ایثار، خدمت و محبت، سادگی و بے تکلفی اور نصیحت و خیر خواہی جیسی صفات نے مسلمانوں اور ہندوؤں میں حد درجے کی محبت و عقیدت پیدا کر دی۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کی مجالس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ ان کی مجالس اور خانقاہ میں ہر مذہب و ملت کے آدمی اور ہر طبقہ کے لوگ آتے تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں:

"بخدمت شیخ اسلام فرید الدین از ہر جنس درویش وغیر آں برسید۔"(11)

حضرت خواجہ فرید الدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ہر صنف و نوع کے لوگ درویش و غیر درویش پہنچتے تھے۔

فوائد الفواد میں ہے کہ ایک غلام جو مسلمان تھا حضرت کی مجلس میں حاضر ہوا، اور اپنے ایک ہندو دوست کو اپنے ساتھ لایا اور کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اس غلام سے فرمایا کہ تمہارا بھائی کچھ اسلام کی طرف بھی میلان رکھتا ہے؟ غلام نے عرض کیا کہ اس کو حجرت کے قدموں میں اسی لیے لایا ہوں کہ آپ کی نظر کیمیا کی اثر کی برکت سے یہ مسلمان ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا کہ کسی کے کہنے سننے سے اس قوم کا دل نہیں پھرتا، ہاں اگر اس کو کسی نیک بندے کی صحبت میسر آجائے تو امید ہوتی ہے کہ اس کی صحبت کی برکت سے وہ مسلمان ہو جائے۔(12)

محبت کی تعلیم

صوفیائے کرام نے ہمیشہ محبت کی تعلیم دی باہمی نفرتوں کو اپنی تعلیمات و اعمال سے ختم کروایا۔ سب سے پہلے اپنے دل کو نفرت کی گندگی سے پاک کرتے تھے پھر اس کے بعد اس محبت کی روشنی کو پوری دنیا میں پھیلاتے تھے۔

سلسلہ چشتیہ کے مورث اعلیٰ حضرت ممشاد دینوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"ایمان والے کے دل میں اللہ کی جگہ ہے کہ وہ دل کے سوا باطن میں کہیں نہیں پہنچتا۔"(13)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے جو کچھ اس میں جائے اسے جلا دیتا ہے اور نا چیز کر دیتا ہے کیونکہ عشق کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں ہے۔"(14)

خلاصہ کلام

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی تصوف کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ مشائخ چشت اور دوسرے صوفیاء کرام کی مساوات، اخوت اور محبت کی عملی تعلیمات تھیں جس کی وجہ سے ہر طرف محبت و الفت اور رواداری و برداشت کی فضا قائم تھی۔ مشائخ چشت کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے اور نہ

ہی کسی کو ضرر پہنچاتے تھے، وہ جاہ ومال پر تواضع وانکساری کو ترجیح دیتے تھے۔ خلقِ خدا کے ساتھ ان کا سلوک حد درجہ محبت، شفقت اور درگزر کا ہوتا تھا۔ مخلوقِ خدا کی اذیتوں اور سختیوں پر ضبط و تحمل سے کام لیتے تھے اور اسے روحانی ترقی کا ذریعہ گردانتے تھے، فقر کو غناء پر ترجیح دیتے تھے۔ ان بزرگانِ دین نے ہی بت کدہ ہند میں اپنے کردار کی عظمت، رواداری اور مثالی اخلاق و انکسار کے ذریعے اسلام کا اجالا پھیلایا، اور اسی وجہ سے غیر مسلم بڑی تعداد میں دائرہ اسلام میں شامل ہوتے چلے گئے۔ آج کے دور میں سائنسی ترقی نے اگرچہ انسان کو چاند پر پہنچادیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بے یقینی اور عدم اطمینان کی کیفیت بڑھتی جارہی ہے۔ لوگ غموں سے دل گرفتہ اور دکھوں سے آزردہ ہیں۔ انسان، انسانوں کی دنیا ہی میں تنہا اور ہر مادی آسائش کے باوجود ناآسودہ ہے۔ آج کے مذہبی انتہاپسندانہ اور فرقہ وارانہ ماحول میں ضرورت ہے کہ روشن قلب و نظر کی حامل ایسی ہستیوں کے افکار و نظریات کو عام کیا جائے جن کے علم و عمل نے ماضی میں بھی لوگوں کی زندگیوں کو تبدیل کر دیا اور آج بھی ان کی انسان دوستی اور محبت و اخوت پر مبنی تعلیمات معاشروں اور قوموں کو گمراہی اور لڑائی جھگڑوں سے نکال کر امن و سلامتی کا سامان پیدا کر سکتی ہیں۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ احترام آدمیت اور بین المذاہب ہم آہنگی و رواداری کی تعلیمات کو عام کیا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے اخلاص اور اپنی تعلیمات سے انسانی برادری کو جوڑنے کی کوشش کی ہے توڑنے سے منع کیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ نظامی، خلیق احمد، احوال و آثار شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر، (مترجم: محمد حفیظ اللہ، مکتبہ المعارف لاہور، 1983ء، ص:212

2۔ الأنعام، 108:6

3۔ البقرۃ، 256:2

4۔ تونسوی، محمد سلیمان، خواجہ، نافع السالکین، شعاع ادب لاہور، ص:155

5۔ تونسوی، محمد سلیمان، خواجہ، نافع السالکین، شعاع ادب لاہور، ص:176

6۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث:۵۶۰۴

7۔ نظام الدین اولیاء، خواجہ، فوائد الفواد، (مترجم: خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی) ص:184

8۔ نظام الدین اولیاء، خواجہ، فوائد الفواد، (مترجم: خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی) ص:85

9۔ قادری، داراشکوہ، شہزادہ، سفینۃ الاولیاء، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، ص: 193

10۔ تاراچند، ڈاکٹر، ہندوستانی کلچر کا ارتقاء تاریخ کے آئینے میں، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی، 1967، ص:89

11۔ نظام الدین اولیاء، خواجہ، فوائد الفواد، (مترجم: خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی) ص:5

12۔ نظام الدین اولیاء، خواجہ، فوائد الفواد، (مترجم: خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی) ص:182

13۔ جامی، نورالدین محمد عبد الرحمٰن، نقشبندی، نفحات الانس، (مترجم: احمد علی چشتی) ناشران و تاجران کتب لاہور، ص:257

14۔ اجمیری، معین الدین، چشتی، خواجہ، دلیل العارفین، (مترجم: مطیع الرحمٰن قریشی، ضیاء القرآن پبلشرز، 1999ء، ص:75 مجلس 9